درسِ اخلاق

دسمبر ۲۰۱۷ء/ربیع الاول/ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ جلد: ۴۳ شمارہ: ۱۲

مولانا سید جلال الدین عمری

ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ جو رویہ اختیار کرتا ہے اسے اخلاق کہا جاتا ہے۔ یہ رویہ پسندیدہ اور شریفانہ ہے تو اسے حسنِ اخلاق کہا جائے گا۔ اگر ناپسندیدہ اور غیر مہذب ہے تو اسے بداخلاقی کہا جائے گا۔

اخلاق کا پوری زندگی پر اثر پڑتا ہے۔ اس کی اہمیت کے مختلف پہلو ہیں۔ قرآن وحدیث میں ان کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اعلیٰ اخلاق وکردار کی فضیلت بیان ہوئی ہے اور اہل ایمان کو ان پر عمل کی ترغیب دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ مومن انتہائی مہذب اور شائستہ ہوتا ہے، دیانت دار اور امانت دار ہوتا ہے، کذب بیانی اور دروغ گوئی سے اس کی زبان آلودہ نہیں ہوتی۔ وہ کسی کے ساتھ مکرو فریب اور دغا بازی نہیں کرتا، متوضع اور خاک سار ہوتا ہے، نخوت اور گھمنڈ کا مظاہرہ نہیں کرتا، چھوٹوں سے شفقت اور بڑوں سے احترام سے پیش آتا ہے، مظلوموں کی دادرسی کرتا ہے۔ بیوی، بچوں، قرابت داروں اور پڑوسیوں کے حقوق ادا کرتا ہے۔ اس طرح کی اخلاقی خوبیاں ایک مومن کی پہچان ہیں۔ ان کے بغیر ایک مومن صادق کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

رسول اللہ ﷺ اعلی اخلاق کے پیکر

قرآن مجید نے جن اعلی اخلاقی اوصاف کا ذکر کیا ہے، رسول اللہ ﷺ کی زندگی اس کا عملی نمونہ تھی۔ حضرت عائشہؓ سے ہشام بن عامر نے درخواست کی کہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں بتایئے۔ انہوں نے جواب دیا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں پڑھتا ہوں۔ فرمایا: ان خلق نبی اللہ کان القرآن۔[۱] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عین قرآن تھے۔

جن اعلی اخلاق کا قرآن میں ذکر ہے وہی رسول اللہ ﷺ کے اخلاق تھے۔ آپ کی زندگی ان کا عملی نمونہ تھی یہی بات ایک اور حدیث میں اس طرح بیان ہوئی ہے۔ کان خلقه القرآن۔[۲] آپ کے اخلاق مکمل قرآن تھے۔

حسن خلق کی فضیلت

حسن خلق کی فضیلت میں بکثرت احادیث مروی ہیں۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۱؎ ان المومن لیدرک بحسن خلقہ درجۃ قائم الیل وصائم النھار

۔"بے شک مومن اپنے حسن اخلاق کے ذریعہ وہ مقام حاصل کرلیتا ہے جو قائم اللیل اور صائم النہار کا ہے"

(۷۴۶: مسلم کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا، باب جامع صلوۃ اللیل الخ۔ حدیث نمبر ۱۔

(۲۔ مسند احمد: ۷،۳۹ حدیث نمبر ۲۵۲۸۵

۳۔ابوداؤد کتاب الادب، باب حسن الخلق۔

قائم اللیل' اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنی رات نماز تہجد میں گزارے، صائم النہار' وہ جو دن میں مستقل روزے' رکھے۔ یہاں نفل نماز اور روزوں کا ذکر ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حسنِ اخلاق بڑی سے بڑی نفل عبادات کے برابر ہے۔

حسن کلام

اللہ تعالی نے بنی اسرائیل سے جن اہم باتوں کا عہد لیا تھا ان میں ایک یہ تھی:

(۸۳: وقولواللناس حسنا(البقرہ

۔''لوگوں سے اچھی طرح بات کہو''

اس سے حسن کلام کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ یہ مخاطب کو اپنے سے قریب کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔اس میں نرمی، محبت، تہذیب و شائستگی جیسی خوبیاں شامل ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ فلاں عورت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کثرت سے نماز پڑھتی اور روزے رکھتی ہے۔ صدقہ و خیرات بھی کرتی ہے، لیکن (بد خلق ہے) اپنی زبان سے پڑوسیوں کو اذیت پہنچاتی رہتی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ جہنم میں جائے گی۔اس شخص نے کہا اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ ایک دوسری عورت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے ہاں (نفل) نمازوں اور روزوں کا زیادہ اہتمام نہیں ہے۔ تھوڑا صدقہ پنیر جیسی چیز کا کر دیتی ہے۔ لیکن (پڑوسیوں سے اس کا رویہ اچھا ہے) اپنی زبان سے انہیں تکلیف نہیں دیتی۔ آپ نے فرمایا: وہ جنت میں جائے گی۔ [۴]

حدیث میں زبان کو قابو میں رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ حضرت سہل بن سعدؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من یضمن لی مابین لحییہ ومابین رجلیہ أضمن لہ الجنۃ۔ [۵]

جو کوئی مجھے ضمانت دے اس چیز کی جو اس کے دو جبڑوں کے درمیان (زبان) ہے اور اس چیز کی جو اس کے دو پیروں'' ''کے درمیان (شرم گاہ) ہے تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے زبان اور عفت و عصمت کی حفاظت پر جنت کی ضمانت دی ہے۔ اس سے بڑی ضمانت اور کس کی ہو سکتی ہے؟

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کو میرے بارے میں سب سے زیادہ کس چیز کا خوف ہے؟ آپ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا اس سے۔ ۶

یہ در حقیقت زبان کے استعمال میں انتہائی محتاط رہنے کی ہدایت ہے۔ زبان کی حفاظت اسی وقت ہو گی جب کہ آدمی اذیت رسانی، لاف زنی، لایعنی، لغو اور بے دینی کی باتیں جیسی خرابیوں سے اسے محفوظ رکھے۔

(مشکوۃ، کتاب الآداب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق بحوالہ احمد، بیہقی ۴۔

۶۴۷۴: ۵۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان۔ حدیث نمبر

۴۸۶۲ رواہ الترمذی، مشکوۃ حدیث نمبر ۶۔

غصہ سے اجتناب

قرآن مجید میں اہل ایمان کے بارے میں ایک جگہ فرمایا وہ زمین و آسمان جیسی وسعت والی جنت کے مستحق ہوں گے۔ ان کی جو خوبیاں بیان ہوئی ہیں ان میں یہ تین خوبیاں بھی ہیں۔

(۱۳۴: وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (آل عمران

۔''وہ غصہ کو پی جاتے ہیں، لوگوں کی زیادتی کو معاف کرتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے''

جب کسی کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے یا اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے تو وہ بے قابو ہو جاتا ہے اور غیظ و غضب کا مظاہرہ کرنے لگتا ہے۔ لیکن اہل ایمان کی خوبی یہ ہے کہ کوئی اپنے قول و فعل سے ان کو اذیت پہنچاتا ہے، بدزبانی کرتا ہے یا ان پر دست درازی کرتا ہے تو فطری طور پر انہیں تکلیف تو ہوتی ہے اور غصہ بھی آتا ہے لیکن وہ اس کا اظہار نہیں کرتے، بلکہ غصہ کا تلخ گھونٹ پی جاتے ہیں،۔ یہی نہیں بلکہ اس سے آگے وہ عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں۔ غصہ نہ ہونا اور تحمل و برداشت سے کام لینا بڑی خوبی ہے۔ اس سے بڑی خوبی یہ ہے کہ زیادتی کرنے والے کو معاف کو دیا جائے۔ اس سے اونچا مقام یہ ہے کہ اس کے ساتھ احسان کا رویہ اختیار کیا جائے۔ اس کی مدد کی جائے جو فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے پہنچایا جائے۔

حدیث میں کہا گیا ہے کہ انسان کی اصل جرأت و شجاعت مادی نہیں اخلاقی ہے۔ حضرت ابوھریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ے لیس الشدید بالصرعۃ انما الشدید الذی یملک نفسہ عند الغضب۔

طاقت ور (پہلوان) وہ نہیں ہے جو (مقابل کو) پچھاڑ دے بلکہ طاقت ور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو''
۔''رکھے

غصہ پر قابو پانا اللہ تعالی کو بہت محبوب عمل ہے۔ اس سے وہ بے حد خوش ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ماتجرع عبد افضل عند اللہ من جرعۃ غیظ یکظمھا ابتغاء وجہ اللہ تعالی۔۸

"بندے نے ایسا کوئی گھونٹ نہیں پیا جو اللہ کے نزدیک اس گھونٹ سے افضل اور برتر ہو جو اس نے اللہ کی رضا کی طلب
میں غصہ کو فرو کر کے نوش کیا"۔

بخاری کتاب الادب، باب الحذر من الغضب۔ مسلم کتاب البر والصلۃ، باب فضل من یملک نفسہ عند الغضب ۷۔

۶۰۸۱: مسند احمد ۲،۱۲۸، حدیث نمبر ۸۔

بعض جامع احادیث

بعض احادیث بڑی جامع ہیں۔ ان میں سے ہر حدیث میں ایک سے زیادہ اعلیٰ اخلاق اور ان کے فضائل بیان ہوئے ہیں۔
اس طرح کی چند حدیثیں یہاں پیش کی جا رہی ہیں۔

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من ترک الکذب، وھو باطل۔ بنی لہ فی ربض الجنۃ ومن ترک المراء وھو محق بنی لہ فی وسط الجنۃ ومن حسن خلقہ بنی لہ فی
اعلاھا۔۹

"جو کذب بیانی ترک کر دے۔ اس لیے کہ جھوٹ بہر حال باطل عمل ہے، اس کے لیے جنت کے کنارے مکان
بنایا جائے گا۔ جو حق پر ہونے کے باوجود نزاع اور جھگڑا چھوڑ دے اس کے لیے جنت کے وسط میں مکان بنایا جائے گا اور جس کے اخلاق
اچھے ہوں اس کے لیے جنت کے بلند ترین مقام پر مکان بنایا جائے گا۔"

ایک اور حدیث میں یہی بات اس طرح بیان ہوئی ہے۔ حضرت ابوامامہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انا زعیم ببیت فی ربض الجنۃ لمن ترک المراء وان کان محقا وببیت فی وسط الجنۃ لمن ترک الکذب وان کان مازحا وببیت فی اعلی الجنۃ لمن حسن خلقہ [10]

میں ضامن ہوں جنت کے احاطہ میں مکان کا اس شخص کے لیے جو جھگڑا ترک کر دے چاہے وہ حق پر ہی کیوں نہ ہو۔" میں ضامن ہوں جنت کے وسط میں مکان کا جو جھوٹ چھوڑ دے، چاہے وہ مذاق ہی کیوں نہ کر رہا ہو۔ اور میں ضمانت دیتا ہوں جنت کے سب سے اونچے مقام پر مکان کی جو اپنا اخلاق بہتر کر لے۔"

ان دونوں حدیثوں میں تھوڑا سا فرق ہے کہ کس شخص کو جنت کا ابتدائی درجہ حاصل ہو گا اور کون وسطِ جنت کا مستحق ہو گا۔ یہ راوی کے بیان کا فرق بھی ہو سکتا ہے۔ اس سے قطع نظر یہ بات مشترک ہے کہ جس شخص کا دامن دروغ گوئی سے پاک ہو اور جو نزاع اور فساد سے دور رہے وہ جنت کا حق دار ہو گا۔

آدمی کا جب کسی سے تنازعہ ہوتا ہے تو خود کو برحق ثابت کرنے کے لیے وہ کذب بیانی سے کام لیتا ہے۔ کذب بیانی بہر حال غلط ہے۔ اس کی کسی صورت میں اجازت نہیں دی جا سکتی۔ مذاق میں بھی اس سے بچنا چاہیے۔ جو شخص جھگڑے اور فساد سے دامن کش رہے اور اس کے لیے اپنا حق چھوڑنے کے لیے بھی تیار ہو جائے وہ نقصان اٹھا کر معاشرہ کو بگاڑ سے بچاتا ہے۔ اس سے آگے جس کی زندگی حسن اخلاق سے آراستہ ہو اور جو ہر قدم پر اعلیٰ اخلاق کا ثبوت دے اس کا مقام سب سے آگے ہے۔ جس کسی میں یہ تمام خوبیاں یا ان میں سے ایک خوبی بھی ہو تو رسول ﷺ نے اس کے لیے جنت کی ضمانت لی ہے۔ اس سے بڑی ضمانت اور کس کی ہو سکتی ہے؟

۹۔ ترمذی، ابواب البر والصلۃ۔ باب ماجاء فی المراء، حدیث نمبر ۱۹۹۳

۱۰۔ (ابو دائود، کتاب الادب، باب فی حسن الخلق۔ حدیث نمبر ۴۸۰۰

حضرت عبادہ بن صامتؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اُضمنوا الی ستاً من اُنفسکم اُضمن لکم الجنۃ۔ اُصدقوا اذا احد ثتم، واوفوا اذا وعدتم، واُدوا اذا ائتمنتم، واحفظوا فروجکم، وغضوا اُبصارکم وکفوا اُیدیکم۔ ۱۱

"تم اپنی طرف سے مجھے چھ باتوں کی ضمانت دو۔ میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ جب بولو تو سچ بولو، جب وعدہ کرو تو پورا کرو، جب تمہارے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اسے ادا کر دو۔ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو اور اپنی نگاہیں نیچی رکھو اور اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو۔"

یہ وہ اخلاقی خوبیاں ہیں جن سے انسان جنت کا مستحق ہوتا ہے۔ یہاں ان کی تھوڑی سی تفصیل پیش کی جارہی ہے۔

بولو تو سچ بولو' صداقت اور راست بازی تمہاری پہچان ہو۔ دروغ گوئی سے تمہاری زبان کبھی آلودہ نہ ہو۔ بخاری' ا۔ اور مسلم کی روایت ہے۔ حدیث کی بعض دوسری کتابوں میں بھی یہ روایت موجود ہے کہ صداقت کی پابندی سے اللہ تعالی کے ہاں انسان ' صدّیق' یا صادق القول قرار پاتا ہے اور مستقل کذب بیانی سے اسے 'کذّاب' بڑا دروغ گو کا لقب دیا جاتا ہے۔ اسی لحاظ سے ان کا انجام بھی ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

علیکم بالصدق فان الصدق یھدی اِلی البر، واِن البر یھدی اِلی الجنۃ، ومایزال الرجل یصدق ویتحری الصدق حتی یکتب عنداللہ صدیقاواِیاکم والکذب فاِن الکذب یھدی الی الفجور واِن الفجور یھدی اِلی النار ومازال الرجل یکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عنداللہ کذابا۔ ۱۲

"سچائی کو اپنے اوپر لازم کرلو، اس لیے کہ سچائی نیکی کی راہ دکھاتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ بندہ سچ بولتا ہے اور اس کے لیے سخت محنت کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں اسے 'صدّیق' لکھ دیا جاتا ہے۔ تم جھوٹ سے بچو، کیوں کہ جھوٹ فسق وفجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق وفجور جہنم تک پہنچاتا ہے۔ بندہ مستقل جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ ہی کے لیے سعی و جہد کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک اسے 'کذّاب' لکھ دیا جاتا ہے۔"

۲۔۳۔ وعدہ کرو تو پورا کرو اور تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اسے ادا کردو۔

یہ دونوں خوبیاں ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ قرآن نے اہل ایمان کے اوصاف میں ان کا ایک ساتھ ذکر کیا ہے۔

مسند احمد: ج ۲، ۲۸۴، حدیث نمبر ۶۰۸۱۔ ورواہ ابن ابی الدنیا وابن حبان فی صحیحہ والحاکم والبیھقی وقال الحاکم صحیح ۱۱۔ الاسناد۔ اس کی سند میں کسی قدر سقم ہے۔ اس کے راوی مطلب بن عبداللہ کا حضرت عبادہؓ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ ملا علی قاری مرقاۃ المفاتیح: ۸، ۶۰۷۔ اس میں جو باتیں کہی گئی ہیں ان کی صحت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

بخاری، کتاب الادب، باب قول اللہ تعالیٰ یاایھا الذین امنوا اتقوااللہ وکونوا مع الصادقین۔ مسلم، کتاب البر والصلۃ، ۱۲۔ باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضلہ، حدیث نمبر ۶۶۳۹۔

(المعارج ۳۲: وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ)

''جو اپنی امانتوں اور عہد و پیمان کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

امانت کئی طرح کی ہوتی ہے۔ راز کی بات بھی امانت ہے۔ مال کی امانت بھی ہوتی ہے۔ بیوی بچے کسی کی نگرانی میں ہوں تو وہ بھی امانت ہے۔ عہدہ و منصب اور حکومت بھی امانت ہے۔ اگر آدمی کو یہ اطمینان ہو کہ اس کی امانت محفوظ ہے، اس میں خیانت نہ ہو گی تو وہ سکون کے ساتھ عرصۂ حیات میں اپنی تگ و دو جاری رکھ سکتا اور ترقی کر سکتا ہے۔

اسی طرح آدمی کا یہ اطمینان کہ اس کے ساتھ وعدہ خلافی نہ ہو گی، جو عہد و پیمان ہوا ہے وہ لازماً پورا ہو گا تو وہ بے خوف و خطر معاملہ کر سکتا اور آگے بڑھ سکتا ہے۔ اس سے پورے معاشرے میں امن و سکون کا ماحول ہو گا اور ترقی کی راہیں کھلیں گی۔

۳۔۴۔ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو اور اپنی نگاہیں نیچی رکھو۔

حفاظت اس چیز کی کی جاتی ہے جو بہت قیمتی ہو اور اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔ عفت و عصمت بڑا گراں بہا اخلاقی سرمایہ ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کی حفاظت کی تاکید کی گئی ہے۔ قرآن نے اہل ایمان کی ایک سے زیادہ مقام پر ستائش کی ہے:

وَالذِیْنَ ہُم لِفُرُوجِہِم حَافِظُونَ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِہِم أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُہُم فَإِنَّہُم غَيْرُ مَلُومِينَ فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاء ذَلِكَ فَأُولَئِكَ ہُمُ الْعَادُونَ

(المومنون: ۵،۷۔ المعارج: ۲۹،۳۰)

''جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، سوائے اپنی بیویوں کے یا اپنی باندیوں کے (کسی اور ذریعہ سے اپنی خواہش پوری نہیں کرتے) اس پر ان کی ملامت نہیں ہے۔ ہاں جو اس کے علاوہ کسی اور کا خواہش مند ہو تو یہی لوگ اپنی حد سے نکلنے والے ہیں۔''

مطلب یہ کہ اللہ کے نیک بندے اپنی عفت و عصمت کی نگہداشت کرتے ہیں کہ کہیں یہ آبگینہ ٹوٹ نہ جائے۔ وہ اپنے جنسی جذبہ کو ختم کر کے ترک دنیا اور رہبانیت کی راہ نہیں اختیار کرتے، بلکہ جائز حدود میں اس کو پورا کرتے ہیں۔ اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

عفت و عصمت کی حفاظت کے لیے ضروری ہے کہ آدمی کی نگاہیں بھٹکنے نہ پائیں۔ نگاہ کی آوارگی سے قلب آلودۂ معصیت ہوتا ہے۔ اس سے زنا اور بدکاری کی راہیں کھلتی ہیں۔ اس وجہ سے قرآن نے غضِّ بصر اور عفت و عصمت کی حفاظت کا ایک ساتھ حکم دیا ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ (النور: ۳۰، ۳۱)

"اے پیغمبر! مومنوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے اور بے شک اللہ جو کچھ یہ کرتے ہیں اس کی خبر رکھتا ہے۔ مومنات سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔"

اس سے عفت اور پاک دامنی کے لیے غضِّ بصر کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

اپنے ہاتھ روکے رکھو' اللہ نے طاقت دی ہے اور زورِ بازو عطا کیا ہے تو کسی پر دست درازی نہ کرو۔ تمہارا وجود دنیا ؀٦ سے ظلم و جور مٹانے کے لیے ہے، تمہارے ہاتھ کبھی ظلم سے آلودہ نہ ہوں۔ مظلوم کی حمایت میں کمربستہ رہو اور ظالم کو چیرہ دستی سے باز رکھو۔ حضرت ابو مسعود انصاریؓ کہتے ہیں کہ ایک بار میں اپنے غلام کو مار رہا تھا۔ پیچھے سے آواز آئی: ابو مسعود! جان لو! تمہیں اس

غلام پر جتنی قدرت حاصل ہے اللہ تعالی اس سے زیادہ تم پر قدرت رکھتا ہے۔ پلٹ کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی تھی ۔میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول (ﷺ) اب یہ غلام آزاد ہے۔ اللہ مجھ سے خوش ہو جائے۔ آپ نے فرمایا: اگر تم یہ اقدام نہ کرتے تو جہنم کی آگ کی لپیٹ میں آ جاتے۔ [۱۳]

یہ ان اخلاق عالیہ کی ایک جھلک ہے جن کی قرآن وحدیث میں تعلیم دی گئی ہے۔ دعا ہے کہ ہماری زندگیاں ان سے آراستہ ہوں اور اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ نے ان پر جو بشارتیں دی ہیں ان کے حق دار ہوں۔

۴۳۰۸: مسلم، کتاب الأیمان، حدیث نمبر ۱۳۔

حواشی

(۷۴۶: مسلم کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا، باب جامع صلوۃ اللیل الخ۔ حدیث نمبر ۱۔

(۲۔ مسند احمد: ۷ر۳۹ حدیث نمبر ۲۵۲۸۵

۳۔ ابوداؤد کتاب الادب، باب حسن الخلق۔

(مشکوۃ، کتاب الآداب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق بحوالہ احمد، بیہقی ۴۔

۴۸۶۲ رواہ الترمذی، مشکوۃ حدیث نمبر ۵۔

۶۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان۔ حدیث نمبر ۶۴۷۴

۷۔ بخاری کتاب الادب، باب الحذر من الغضب۔ مسلم کتاب البر والصلۃ، باب فضل من یملک نفسہ عند الغضب

۸۔ مسند احمد ۲،۱۲۸، حدیث نمبر ۶۰۸۱

۹۔ ترمذی، ابواب البر والصلۃ۔ باب ماجاء فی المراء، حدیث نمبر ۱۹۹۳

۱۰۔ (ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی حسن الخلق۔ حدیث نمبر ۴۸۰۰

۱۱۔ مسند احمد: ج ۲، ۲۸۴، حدیث نمبر ۶۰۸۱۔ ورواہ ابن ابی الدنیا وابن حبان فی صحیحہ والحاکم والبیھقی وقال الحاکم صحیح الاسناد۔ اس کی سند میں کسی قدر سقم ہے۔ اس کے راوی مطلب بن عبداللہ کا حضرت عبادہؓ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ ملا علی قاری مرقاۃ المفاتیح: ۸، ۶۰۷۔ اس میں جو باتیں کہی گئی ہیں ان کی صحت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

۱۲۔ بخاری، کتاب الادب، باب قول اللہ تعالیٰ یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین۔ مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضلہ، حدیث نمبر ۶۶۳۹۔

۱۳۔ مسلم، کتاب الأیمان، حدیث نمبر :۴۳۰۸)